اس لیے عرب کا بچہ بچہ ان سے واقف تھا اور ان کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں ان کی شہرت برقرار رہی کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلے رات دن ان کے آثارِ قدیمہ سے گزرتے تھے۔

بنی اسرائیل کی طرح اہل مدین بھی مسلمان ہی تھے اور شعیبؑ کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد چھ سات سو سال تک مشرک اور بداخلاق قوموں سے روابط کی وجہ سے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے اور بداخلاقیوں میں بھی مبتلا ہو گئے، مگر ایمان کا دعویٰ اور اس پر فخر برقرار تھا۔ حضرت شعیبؑ کا ان سے تقاضا یہی تھا کہ حضرت ابراہیمؑ انسانوں اور انسانی معاشرے کی جو اصلاح کر گئے ہیں اس کو مت بگاڑو۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا کا یہی مطلب ہے۔

قرآن مجید نے ان کا ذکر کہیں اہل مدین اور اصحاب مدین کے نام سے کیا ہے اور کہیں اصحاب اَیکہ کے نام سے۔ بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ دونوں قومیں الگ الگ تھیں اور ان کی بستیاں بھی الگ تھیں۔ حضرت شعیبؑ پہلے ایک قوم کی طرف بھیجے گئے اور ان کی ہلاکت کے بعد دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ دونوں قوموں پر جو عذاب آیا اس کے الفاظ مختلف ہیں۔ اصحاب مدین کے لیے کہیں صیحہ اور کہیں رَجفہ مذکور ہے اور اصحاب ایکہ کے لیے عذاب جمع ہوئے تھے۔ پہلے بادل سے آگ برسی پھر اس کے ساتھ سخت آواز چنگھاڑ کی شکل میں آئی پھر زلزلہ آیا۔ ابن کثیرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (تفہیم القرآن اور معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (94 تا 102)

ض ح ی

(س) ضَحِيَ سورج سے تکلیف اٹھانا۔ دھوپ لگنا۔ دھوپ کھانا۔ ﴿ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ ﴾ (20/ طٰہٰ: 119) ''اور یہ کہ تجھ کو نہ پیاس لگے اس میں اور نہ تجھ کو دھوپ لگے۔''

ضُحًى دن چڑھے۔ چاشت کا وقت۔ زیر مطالعہ آیت نمبر۔ 98۔

ض ر ع

(ف) ضَرَاعَةً کمزور ہونا۔ بے فائدہ ہونا۔

ضَرِيْعٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بے فائدہ خاردار درخت۔ ﴿ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿۶﴾ ﴾ (88/ الغاشیہ: 6) ''نہیں ہوگا۔ ان کے لیے کوئی کھانا مگر ایک خاردار درخت میں سے۔''

تفعّل تَضَرُّعًا کمزوری اور عاجزی کا اظہار کرنا۔ گڑگڑانا۔ زیر مطالعہ آیت نمبر۔ 94

ترکیب

(آیت۔ 95) میں فَاَخَذْنَا کا مفعول هُمْ کی ضمیر ہے۔ جبکہ بَغْتَةً حال ہے۔ آیت نمبر۔ 97 میں بَيَاتًا اور 98 میں ضُحًى ظرف ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہیں۔ آیت نمبر۔ 100 میں مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا میں مِنْۢ بَعْدِ کے بعد ہلاکت کا لفظ محذوف ہے اور یہ پورا فقرہ لَمْ يَهْدِ کا فاعل ہے۔ آیت نمبر۔ 102 میں لَفٰسِقِيْنَ پر لام تاکید سے معلوم ہوا کہ اِنْ وَّجَدْنَا کا اِنْ نافیہ نہیں بلکہ اِنْ مخففہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ''بے شک۔''

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا	فِيۡ قَرۡيَةٍ	مِّنۡ نَّبِيٍّ	اِلَّاۤ	اَخَذۡنَاۤ	اَهۡلَهَا	بِالۡبَاۡسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمۡ
اور ہم نے نہیں بھیجا	کسی بستی میں	کوئی بھی نبی	مگر یہ کہ	ہم نے پکڑا	اس کے لوگوں کو	سختی سے	اور تکلیف سے	شائد وہ لوگ

يَضَّرَّعُوۡنَ ﴿۹۴﴾	ثُمَّ	بَدَّلۡنَا	مَكَانَ السَّيِّئَةِ	الۡحَسَنَةَ	حَتّٰى	عَفَوْا	وَّقَالُوۡا	قَدۡ مَسَّ
گڑگڑائیں	پھر	ہم نے بدل دیا	برائی کی جگہ کو	بھلائی سے	یہاں تک کہ	وہ لوگ بڑھے (ترقی کی)	اور کہا	چھو چکی ہے

اٰبَآءَنَا	الضَّرَّآءُ	وَالسَّرَّآءُ	فَاَخَذۡنٰهُمۡ	بَغۡتَةً	وَّ	هُمۡ	لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹۵﴾	وَلَوۡ
ہمارے باپ دادوں کو	تکلیف (بھی)	اور خوشی (بھی)	تو ہم نے پکڑا ان کو	اچانک	اس حال میں کہ	وہ لوگ	شعور نہیں رکھتے تھے	اور اگر

اَنَّ	اَهۡلَ الۡقُرٰٓى	اٰمَنُوۡا	وَاتَّقَوۡا	لَفَتَحۡنَا	عَلَيۡهِمۡ	بَرَكٰتٍ	مِّنَ السَّمَآءِ	وَالۡاَرۡضِ
یہ کہ	ان بستیوں والے	ایمان لاتے	اور تقویٰ اختیار کرتے	تو ہم ضرور کھول دیتے	ان پر	برکتیں	آسمان سے	اور زمین سے

وَلٰـكِنۡ	كَذَّبُوۡا	فَاَخَذۡنٰهُمۡ	بِمَا	كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۶﴾	اَفَاَمِنَ	اَهۡلُ الۡقُرٰٓى	اَنۡ
اور لیکن	انہوں نے جھٹلایا	تو ہم نے پکڑا ان کو	بسبب اس کے جو	وہ لوگ کمائی کرتے تھے	تو کیا امن میں ہوئے	بستیوں والے	(اس سے) کہ

يَّاۡتِيَهُمۡ	بَاۡسُنَا	بَيَاتًا	وَّ	هُمۡ	نَآٮِٕمُوۡنَ ﴿۹۷﴾	اَوَاَمِنَ	اَهۡلُ الۡقُرٰٓى	اَنۡ
پہنچے ان کو	ہماری سختی	رات کے وقت	اس حال میں کہ	وہ لوگ	سو رہے ہوں	اور کیا امن میں ہوئے	بستیوں والے	(اس سے) کہ

يَّاۡتِيَهُمۡ	بَاۡسُنَا	ضُحًى	وَّ	هُمۡ	يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾	اَفَاَمِنُوۡا	مَكۡرَ اللّٰهِ ۚ
پہنچے ان کو	ہماری سختی	چاشت کے وقت	اس حال میں کہ	وہ لوگ	کھیلتے ہوں	تو کیا وہ لوگ امن میں ہوئے	اللہ کی خفیہ تدبیر سے

فَلَا يَاۡمَنُ	مَكۡرَ اللّٰهِ	اِلَّا	الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾	اَوَ	لَمۡ يَهۡدِ	لِلَّذِيۡنَ	يَرِثُوۡنَ
پس امن میں نہیں ہوتے	اللہ کی تدبیر سے	مگر	خسارہ پانے والے لوگ	اور کیا	رہنمائی نہیں کی	ان کے لیے جو	وارث ہوئے

الۡاَرۡضَ	مِنۡۢ بَعۡدِ اَهۡلِهَاۤ	اَنۡ	لَّوۡ	نَشَآءُ	اَصَبۡنٰهُمۡ	بِذُنُوۡبِهِمۡ ۚ
زمین کے	اس کے رہنے والوں (کی ہلاکت) کے بعد	کہ	اگر	ہم چاہیں	تو انہیں بھی مصیبت میں مبتلا کر دیتے	بسبب ان کے گناہوں کے

وَنَطۡبَعُ	عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ	فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾	تِلۡكَ الۡقُرٰى	نَقُصُّ	عَلَيۡكَ	مِنۡ اَنۡۢبَآٮِٕهَا ۚ
اور ہم چھاپ لگا دیتے ہیں	ان کے دلوں پر	تو وہ لوگ نہیں سنتے	یہ بستیاں	ہم سناتے ہیں	آپ کو	جن کی خبروں میں سے

وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ	رُسُلُهُمۡ	بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ	فَمَا كَانُوۡا	لِيُؤۡمِنُوۡا	بِمَا	كَذَّبُوۡا
اور آ چکے ہیں ان کے پاس	ان کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	تو وہ لوگ نہیں تھے	کہ ایمان لاتے	اس پر جس کو	انہوں نے جھٹلایا

مِنۡ قَبۡلُ ؕ	كَذٰلِكَ	يَطۡبَعُ	اللّٰهُ	عَلٰى قُلُوۡبِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾	وَمَا وَجَدۡنَا	لِاَكۡثَرِهِمۡ
اس سے پہلے	اس طرح	چھاپ لگاتا ہے	اللہ	انکار کرنے والوں کے دلوں پر	اور ہم نے نہیں پایا	ان کے اکثر کے لیے

لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾	اَکْثَرَھُمْ	وَّجَدْنَآ	وَاِنْ	مِّنْ عَھْدٍ ۚ
یقیناً نافرمانی کرنے والے	ان کے اکثر کو	ہم نے پایا	اور بیشک	وعدہ کی کوئی پابندی

نوٹ:1 ایک ایک قوم کا معاملہ الگ الگ بیان کر کے جو سبق انسانیت کو دیا گیا ہے۔ اسے اب ایک جامع ضابطہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس ضابطے کی ایک اہم شق انبیاء کی بعثت ہے۔ اور اب چونکہ نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اس لیے ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ آج کے دور میں اس ضابطہ کا اطلاق نہیں ہوگا اور ہمارا ان آیات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنا ضروری ہے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ گم کردہ راہ انسانوں کو ہدایت اور راہنمائی فراہم کی جائے۔ لیکن ختم نبوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسانیت کی رہنمائی کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا ہے، بلکہ اس کا مطالب یہ ہے کہ آخری نبی ﷺ جو ہدایت لائے تھے انہیں قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے، اس لیے اب کسی نئے نبی کو بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور اب قیامت تک قرآن و حدیث سے بعثت انبیاء کا مقصد پورا ہوتا رہے گا۔ اس لیے مذکورہ ضابطہ کا اطلاق آج بھی اسی طرح ہوگا۔ جیسے ماضی میں ہوا ہے اور قیامت تک اسی طرح ہوتا رہے گا۔

ضابطہ یہ ہے کہ اقوام کو اچھے اور برے حالات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی فراہم کردہ رہنمائی کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔ لیکن جب کسی قوم کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ نہ تو مصائب سے ان کا دل اللہ کے آگے جھکتا ہے، نہ ہی نعمتوں پر وہ شکر گزار ہوتی ہے اور کسی حال میں بھی اصلاح قبول نہیں کرتی تو بربادی اس کا مقدر ہو جاتی ہے۔ اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی اس تقدیر کو ان کی قوت و اقتدار، دولت و ثروت اور ٹیکنالوجی تبدیل نہیں کر سکتی۔ گذشتہ آیات میں جن اقوام کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب اپنے اپنے وقت میں عروج و ترقی کی اس حد کو پہنچ چکی تھیں کہ دنیا میں ان کا کوئی مدمقابل نہیں رہا تھا۔ لیکن جب ان کے ہاتھوں کی کمائی ان کے سامنے آئی تو ان کی سائنس و ٹیکنالوجی ان کو نہ بچا سکی۔

آج کے دور میں مغربی تہذیب بھی اپنے عروج کی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ اب دنیا میں ان کا کوئی مقابل باقی نہیں رہا۔ ان لوگوں نے آثار قدیمہ پر بھی بہت تحقیقات کی ہیں۔ اقوام کے عروج و زوال پر بڑی سائنٹیفک ریسرچ ہوئی ہیں۔ لیکن اس ساری افلاطونیت اور ارسطونیت میں کہیں بھی نہ تو مسبب الاسباب ہستی کا ذکر ہے اور نہ ہی اس کے ضابطوں کا۔ ایسی صورت میں اصلاح کا امکان ختم ہو گیا ہے اور تہذیب کی تباہی اس کا مقدر ہو گئی ہے۔

آیت نمبر (103 تا 114)

ث ع ب

(ف) **ثَعْبًا** پانی کو جاری کرنا۔ پانی بہانا۔

ثُعْبَانٌ **فُعْلَانٌ** کے وزن پر مبالغہ ہے۔ اژدھا۔ (کیونکہ یہ زمین پر ایسے چلتا ہے جیسے پانی بہتا ہے۔) یہ مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔ 107

ترکیب (آیت۔103) **بِھَا** کی ضمیر **اٰیٰتِنَا** کے لیے ہے۔ (آیت۔105) **حَقِیْقٌ عَلٰی** گذشتہ آیت میں **اِنِّیْ** پر عطف ہے۔ (آیت۔107) **ھِیَ** کی ضمیر **عَصَا** کے لیے ہے جو مؤنث سماعی ہے۔ (آیت۔111) **اَرْجِهْ** میں ہائے سکت نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں **وَاَخَاہُ** کا فقرہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہ دراصل امر **اَرْجِ** کی ضمیر مفعولی ہے۔ یہ قرآن مجید کی مخصوص قرأت اور املا ہے کہ اس کو **اَرْجِهٖ** کے بجائے **اَرْجِهْ** پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ (آیت۔112) **یَاْتُوْكَ** میں **یَاْتُوْ** مضارع مجزوم ہے، فعل امر **اَرْسِلْ** کا جواب امر ہونے کی وجہ سے۔ (آیت۔113) **اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا** جواب شرط مقدم ہے اور **اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ** شرط ہے۔ اس لیے ان کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ

ثُمَّ	بَعَثۡنَا	مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ	مُّوۡسٰی	بِاٰيٰتِنَاۤ	اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِهٖ	فَظَلَمُوۡا	بِهَا ۚ
پھر	ہم نے بھیجا	ان کے بعد	موسیٰ کو	اپنی نشانیوں کے ساتھ	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف	تو انہوں نے ظلم کیا	ان (نشانیوں) پر

فَانۡظُرۡ	كَيۡفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۱۰۳﴾	وَقَالَ	مُوۡسٰی	يٰفِرۡعَوۡنُ	اِنِّیۡ	رَسُوۡلٌ
تو غور کرو	کیسا	تھا	فساد پھیلانے والوں کا انجام	اور کہا	موسیٰ نے	اے فرعون	بے شک میں	ایک رسول ہوں

مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۴﴾	حَقِيۡقٌ	اَنۡ	لَّاۤ اَقُوۡلَ	عَلَی اللّٰهِ	اِلَّا	الۡحَقَّ ؕ	قَدۡ جِئۡتُكُمۡ
تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے	(مجھ) پر لازم ہے	کہ	میں نہ کہوں	اللہ پر	مگر	حق	میں لایا ہوں تمہارے پاس

بِبَيِّنَةٍ	مِّنۡ رَّبِّكُمۡ	فَاَرۡسِلۡ	مَعِیَ	بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۰۵﴾	قَالَ	اِنۡ	كُنۡتَ جِئۡتَ
واضح (نشانیاں)	تمہارے رب (کی طرف) سے	پس تو بھیج	میرے پاس	بنی اسرائیل کو	اس نے کہا	اگر	تو لایا ہے

بِاٰيَةٍ	فَاۡتِ	بِهَاۤ	اِنۡ	كُنۡتَ	مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾	فَاَلۡقٰی	عَصَاهُ	فَاِذَا	هِیَ
کوئی نشانی	تو لے آ	اسے	اگر	تو ہے	سچ کہنے والوں میں سے	تو انہوں نے ڈالا	اپنا عصا	تو جب ہی	وہ

ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۰۷﴾ ۚ	وَّنَزَعَ	يَدَهٗ	فَاِذَا	هِیَ	بَيۡضَآءُ	لِلنّٰظِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ ع	قَالَ	الۡمَلَاُ
ایک واضح (جیتا جاگتا) اژدھا تھا	اور انہوں نے کھینچ نکالا	اپنا ہاتھ	تو جب ہی	وہ	سفید تھا	دیکھنے والوں کے لیے	کہا	سرداروں نے

مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ	اِنَّ	هٰذَا	لَسٰحِرٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۰۹﴾	يُّرِيۡدُ	اَنۡ	يُّخۡرِجَكُمۡ	مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ ۚ
فرعون کی قوم میں سے	بیشک	یہ	یقیناً ایک علم والا جادوگر ہے	وہ ارادہ رکھتا ہے	کہ	وہ تم لوگوں کو نکالے	تمہاری زمین سے

فَمَاذَا	تَاۡمُرُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾	قَالُوۡۤا	اَرۡجِهۡ	وَاَخَاهُ	وَاَرۡسِلۡ	فِی الۡمَدَآئِنِ	حٰشِرِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾
(فرعون نے پوچھا) پھر کیا	تم لوگ مشورہ دیتے ہو	انہوں نے کہا	تو ٹال دے اس کو	اور اس کے بھائی کو	اور تو بھیج	شہروں میں	جمع کرنے والوں کو

يَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ	سٰحِرٍ عَلِيۡمٍ ﴿۱۱۲﴾	وَجَآءَ	السَّحَرَةُ	فِرۡعَوۡنَ	قَالُوۡۤا	اِنَّ	لَنَا
وہ لوگ لے آئیں گے تیرے پاس	ہر ایک جاننے والے جادوگر کو	اور آئے	جادوگر لوگ	فرعون کے پاس	انہوں نے کہا	بیشک	ہمارے لیے

لَاَجۡرًا	اِنۡ	كُنَّا	نَحۡنُ	الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۱۱۳﴾	قَالَ	نَعَمۡ	وَاِنَّكُمۡ	لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾
یقیناً کچھ اُجرت ہوگی	اگر	ہم ہوئے	کہ ہم ہی	غلبہ پانے والے ہوں	اس نے کہا	ہاں	اور بیشک تم لوگ	یقیناً قریب کیے ہوؤں میں سے ہوگے

نوٹ 1: یہ بات نوٹ کر لیں کہ قرآن مجید میں حضرت کے موسیٰؑ کے قصے میں دو فرعونوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک وہ جس زمانے میں پیدا ہوئے اور اسی گھر میں پرورش پائی اس کا نام رعمسیس تھا۔ دوسرا اس کا بیٹا منفتاح ہے۔ یہ اس وقت حکمران تھا جب موسیٰؑ اسلامی دعوت لے کر مصر پہنچے تھے اور یہی غرق ہوا تھا۔

نوٹ: 2

چند قوموں اوران کے پیغمبروں کا حوالہ دینے کے بعد اب موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ قدرے تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔ اس میں متعدد مضامین اور اسباق ہیں۔ لیکن اس سارے قصے میں جو سب سے اہم سبق ہے وہ صحابہؓ کرامؓ کے لیے بھی تھا اور قیامت تک ہر اس اہل حق گروہ کے لیے رہے گا جو باطل سے پنجہ آزمائی کی ''حماقت'' کرتا ہے۔ا

اس قصے کے پیرائے میں یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دعوت حق کے ابتدائی مرحلوں میں حق اور باطل کی قوتوں کا جو تناسب بظاہر نظر آتا ہے' اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ حق کی تو پوری تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ وہ ایک معمولی اقلیت سے شروع ہوتا ہے اور بغیر کسی سازوسامان کے اس باطل کے خلاف لڑائی چھیڑ دیتا ہے جس کی پشت پر بڑی بڑی قوموں اور سلطنتوں کی طاقت ہوتی ہے۔ پھر بھی آخر کار حق ہی غالب آکر رہتا ہے۔ اس قصے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حق کے مقابلہ میں جو چالیں چلی جاتی ہیں۔ وہ کسی طرح الٹی پڑتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ باطل کی ہلاکت کا آخری فیصلہ کرنے سے پہلے اس کو کتنی طویل مدت تک سنبھلنے اور درست ہونے کے مواقع دیتا چلا جاتا ہے۔ اور جب کسی بات کا اثر قبول نہیں کرتا تو پھر اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے اور نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (115 تا 126)

ل ق ف

(س) لَقْفًا کسی چیز کو جلدی جلدی لینا۔ نگلنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 117

ترکیب

(آیت۔115) اس آیت میں جو اِمَّا ہے یہ اِنْ اور ما کا مرکب نہیں ہے۔ (آیت 2/ البقرہ: 38، ترکیب) بلکہ یہ ایک لفظ ہے۔ یہ بھی شرطیہ ہے اور دو فعلوں پر آتا ہے۔ اس کا ترجمہ عام طور پر ''یا تو''......اور ''یا پھر'' کیا جاتا ہے۔ نَكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ میں نحنُ ضمیر فاصل ہے اور نَكُوْنَ کی خبر ہونے کی وجہ سے اَلْمُلْقِيْنَ حالت نصب میں آیا ہے۔

ترجمہ

قَالُوْا	يٰمُوْسٰٓى	اِمَّآ	اَنْ	تُلْقِيَ	وَاِمَّآ	اَنْ	نَّكُوْنَ	نَحْنُ	الْمُلْقِيْنَ ۱۱۵	قَالَ
(جادوگر) بولے	اے موسیٰؑ	یا تو	یہ کہ	آپؑ ڈالیں	اور یا پھر	یہ کہ	ہم ہوں	کہ ہم ہی	ڈالنے والے ہوں	انہوںؑ نے کہا

اَلْقُوْا ۚ	فَلَمَّآ	اَلْقَوْا	سَحَرُوْٓا	اَعْيُنَ النَّاسِ	وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ	وَجَاۗءُوْ	بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۱۱۶
تم لوگ ڈالو	پھر جب	انہوں نے پھینکا	تو انہوں نے جادو کیا	لوگوں کی آنکھوں پر	اور ان کو خوفزدہ کیا	اور وہ لائے	ایک عظیم جادو

وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰى مُوْسٰٓى	اَنْ	اَلْقِ	عَصَاكَ ۚ	فَاِذَا	هِيَ	تَلْقَفُ	مَا	يَاْفِكُوْنَ ۱۱۷ ۚ
اور ہم نے وحی کیا	موسیٰؑ کی طرف	کہ	آپؑ ڈالیں	اپنا عصا	پھر جب ہی	وہ	نگلنے لگا	اس کو جو	وہ جھوٹی بناوٹ کر رہے تھے

فَوَقَعَ	الْحَقُّ	وَبَطَلَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۱۸ ۚ	فَغُلِبُوْا	هُنَالِكَ	وَانْقَلَبُوْا	صٰغِرِيْنَ ۱۱۹ ۚ
پس واقع ہوا	حق	اور باطل ہوا	وہ جو	وہ لوگ کیا کرتے تھے	پس وہ مغلوب ہوئے	وہیں	اور وہ پلٹے	حقیر ہوتے ہوئے

وَ اُلۡقِیَ	السَّحَرَۃُ	سٰجِدِیۡنَ ﴿۱۲۰﴾	قَالُوۡۤا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾	رَبِّ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾
اور ڈالے گئے	جادوگر لوگ	سجدہ کرنے والوں کی حالت میں	انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے	تمام جہانوں کے رب پر	جو ہارونؑ اور موسیٰؑ کا رب ہے

قَالَ	فِرۡعَوۡنُ	اٰمَنۡتُمۡ	بِہٖ	قَبۡلَ اَنۡ	اٰذَنَ	لَکُمۡ	اِنَّ	ہٰذَا	لَمَکۡرٌ
کہا	فرعون نے	تم لوگ ایمان لے آئے	اس پر	اس کے پہلے کہ	میں اجازت دیتا	تم لوگوں کو	بیشک	یہ	یقیناً ایک چال ہے

مَّکَرۡتُمُوۡہُ	فِی الۡمَدِیۡنَۃِ	لِتُخۡرِجُوۡا	مِنۡہَاۤ	اَہۡلَہَا	فَسَوۡفَ	تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾
تم لوگوں نے تدبیر کی جس کی	اس شہر میں	تا کہ تم لوگ نکالو	اس (شہر) سے	اس کے لوگوں کو	تو عنقریب	تم لوگ جان لوگے

لَاُقَطِّعَنَّ	اَیۡدِیَکُمۡ	وَ اَرۡجُلَکُمۡ	مِّنۡ خِلَافٍ	ثُمَّ	لَاُصَلِّبَنَّکُمۡ	اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾
میں لازماً کاٹوں گا	تمہارے ہاتھوں کو	اور تمہارے پیروں کو	مخالف (طرف) سے	پھر	میں لازماً سولی چڑھاؤں گا تم کو	سب کے سب کو

قَالُوۡۤا	اِنَّاۤ	اِلٰی رَبِّنَا	مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾	وَ مَا تَنۡقِمُ	مِنَّاۤ	اِلَّاۤ اَنۡ	اٰمَنَّا
انہوں نے کہا	بیشک ہم	اپنے رب کی طرف ہی	لوٹنے والے ہیں	اور تو انتقام نہیں لیتا	ہم سے	سوائے اس کے کہ	ہم ایمان لائے

بِاٰیٰتِ رَبِّنَا	لَمَّا	جَآءَتۡنَا	رَبَّنَاۤ	اَفۡرِغۡ	عَلَیۡنَا	صَبۡرًا	وَّ تَوَفَّنَا	مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾
اپنے رب کی نشانیوں پر	جب	وہ آئیں ہمارے پاس	اے ہمارے رب	تو انڈیل دے	ہم پر	ثابت قدمی	اور تو موت دے ہم کو	اس حال میں کہ ہم فرمانبردار ہوں

نوٹ: 1

آیت ۔120 میں اُلۡقِیَ ماضی مجہول کا صیغہ آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جادوگروں کو سجدے میں گرایا گیا تھا۔ اس سے ذہن میں کچھ الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ البتہ اس واقعہ کے پس منظر کی چند باتیں اگر ذہن میں واضح ہوں تو پھر یہ الجھنیں دور ہو جاتی ہیں۔ اس لیے پس منظر کو سمجھ لیں۔

(1) اس زمانے میں مصر، عرب اور خود بنی اسرائیل میں بھی سجدۂ تعظیمی کا رواج عام تھا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی ان کے سامنے سجدۂ تعظیمی ہی میں گرے تھے۔ اس لیے جادوگروں کے لیے سجدہ میں گرنا کوئی نامانوس بات نہیں تھی۔ (2) اس وقت مصر کے لوگ سورج پرست تھے۔ اور سورف ان کا مہادیو یعنی رب اعلیٰ تھا۔ اسی معاشرے میں ایک محکوم قوم کی حیثیت سے بنی اسرائیل بھی تھے جو توحید پرست تھے۔ یہ نظریاتی تصادم ہی ان کی محکومیت کا سبب تھا۔ اگر وہ سورج پرستی اختیار کر کے فرعون کو سورج مہادیو کا اوتار تسلیم کر لیتے تو ان کی محکومیت ختم ہو جاتی۔ جیسے کہ قارون فرعون کی حکومت کا ایک اہم رکن بن گیا تھا۔ حالانکہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ (28۔76)۔ (3) اس زمانے میں جادوگری ایک بہت معزز پیشہ تھا اور عام طور پر جادوگر لوگ اپنے فن کے علم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم سے بھی بخوبی واقف ہوتے تھے۔ جیسے مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں طبیب یعنی حکیم ہونا ایک بہت معزز پیشہ تھا اور عام طور پر حکیم لوگ حکمت کے ساتھ ساتھ اسلامی فقہ، شعر و ادب، فلکیات وغیرہ جیسے علوم سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اسی طرح جادوگر لوگ توحید اور سورج پرستی کے نظریاتی تصادم کے علمی مضمرات سے بخوبی واقف تھے۔ (4) جادوگری کے علم اور فن پر عبور حاصل ہونے کے وجہ سے ان میں ہی یہ صلاحیت سب سے زیادہ تھی کہ وہ جادو اور معجزے میں تمیز کر سکیں۔

یہ وہ عوامل ہیں جن کی بنیاد پر حضرت موسیٰؑ کے عصا کو اژدھا بنتے دیکھ کر ان پر حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حضرت موسیٰؑ جادوگر نہیں ہیں بلکہ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ ان کا یہ احساس اتنا شدید تھا کہ وہ بے ساختہ سجدے میں گر پڑے، ان کے احساس کی شدت اور بے ساختگی کی کیفیت کو اجاگر کرنے کے لیے یہاں فعل اُلۡقِیَ استعمال ہوا ہے۔

آیت نمبر (127 تا 132)

ترکیب

(آیت-129) مِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا میں مَا ظرفیہ ہے۔ اَنْ يُّهْلِكَ کے اَنْ پر عطف ہونے کی وجہ سے يَسْتَخْلِفَ حالت نصب میں ہے۔ جبکہ فَيَنْظُرَ کی نصب فاسیہ کی وجہ سے ہے۔ (آیت-130) اَلسِّنِيْنَ (مادہ ''س ن و'') کی لغت آیت نمبر 2/96 میں دی ہوئی ہے۔ سَنَةٌ (ایک سال) کی جمع سِنُوْنَ عربی محاورے میں قحط سالی کے لیے بھی آتی ہے۔ (آیت-132) مَهْمَا، اُن جوازم مضارع میں سے ہے جو شرط اور جواب شرط میں آنے والے دونوں مضارع افعال کو جزم دیتا ہے۔ (آسان عربی گرامر، پیراگراف 43:2)۔ یہاں تَاْتِنَا میں تَاْتِ مجزوم ہے۔ جبکہ جواب شرط میں مضارع کی جگہ جملہ اسمیہ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ آیا ہے اور محلاً مجزوم ہے۔

ترجمہ

وَقَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ	اَ	تَذَرُ	مُوْسٰى	وَقَوْمَهٗ	لِيُفْسِدُوْا	فِي الْاَرْضِ
اور کہا	سرداروں نے	فرعون کی قوم میں سے	کیا	تو نے چھوڑ رکھا ہے	موسیٰؑ کو	اور اس قوم کو	کہ فساد پھیلائیں	زمین میں

وَيَذَرَكَ	وَاٰلِهَتَكَ ط	قَالَ	سَنُقَتِّلُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَنَسْتَحْيٖ	نِسَآءَهُمْ ج	وَاِنَّا
اور (تاکہ) وہ چھوڑ دے تجھ کو	اور تیرے معبودوں کو	اس نے کہا	ہم قتل کرتے رہیں گے	ان کے بیٹوں کو	اور زندہ رکھیں گے	ان کی عورتوں کو	اور یقیناً ہم

فَوْقَهُمْ	قٰهِرُوْنَ ﴿١٢٧﴾	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهِ	اسْتَعِيْنُوْا	بِاللّٰهِ	وَاصْبِرُوْا ج	اِنَّ	الْاَرْضَ	لِلّٰهِ قف
ان کے اوپر	پوری طرح قابو یافتہ ہیں	کہا	موسیٰؑ نے	اپنی قوم سے	مدد مانگو	اللہ سے	اور ثابت قدم رہو	یقیناً	زمین	اللہ کی ہے

يُوْرِثُهَا	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ عِبَادِهٖ ط	وَالْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾	قَالُوْٓا
وہ وارث بناتا ہے اس کا	اس کو جس کو	وہ چاہتا ہے	اس کے بندوں میں سے	اور (بھلا) انجام	تقویٰ کرنے والوں کے لیے ہے	انہوں نے کہا

اُوْذِيْنَا	مِنْ قَبْلِ	اَنْ	تَاْتِيَنَا	وَمِنْ بَعْدِ	مَا	جِئْتَنَا ط	قَالَ	عَسٰى
اذیت دی گئی ہم کو	اس سے پہلے	کہ	آپؑ آئے ہمارے پاس	اور اس کے بعد	جب	آپؑ آئے ہمارے پاس	انہوںؑ نے کہا	امید ہے

رَبُّكُمْ	اَنْ	يُّهْلِكَ	عَدُوَّكُمْ	وَيَسْتَخْلِفَكُمْ	فِي الْاَرْضِ	فَيَنْظُرَ	كَيْفَ
تمہارے رب (سے)	کہ	وہ ہلاک کرے	تمہارے دشمن کو	اور جانشین بنائے تم کو	زمین میں	تو پھر وہ دیکھے	کیسے

تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾ ع	وَلَقَدْ اَخَذْنَآ	اٰلَ فِرْعَوْنَ	بِالسِّنِيْنَ	وَنَقْصٍ	مِّنَ الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّهُمْ
تم لوگ عمل کرتے ہو	اور ہم پکڑ چکے ہیں	فرعون کے پیروکاروں کو	قحطوں سے	اور کچھ نقصان سے	پھلوں میں سے	شاید وہ لوگ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾	فَاِذَا	جَآءَتْهُمُ	الْحَسَنَةُ	قَالُوْا	لَنَا	هٰذِهٖ ج	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ
نصیحت حاصل کریں	پھر جب بھی	آتی ہے ان کے پاس	بھلائی	تو وہ لوگ کہتے ہیں	ہمارے لیے ہے	یہ	اور اگر	آن لگتی ہے ان کو

سَيِّئَةٌ	يَّطَّيَّرُوْا	بِمُوْسٰى	وَمَنْ	مَّعَهٗ ط	اَلَآ	اِنَّمَا	طٰٓئِرُهُمْ	عِنْدَ اللّٰهِ
کوئی برائی	تو وہ لوگ منحوس گردانتے ہیں	موسیٰؑ کو	اور ان کو جو	ان کے ساتھ ہیں	سن لو	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ان کی نحوست	اللہ کے پاس (سے) ہے

وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝	وَقَالُوْا	مَهْمَا	تَاْتِنَا بِهٖ	مِنْ اٰيَةٍ	لِّتَسْحَرَنَا
اور لیکن	ان کے اکثر	جانتے نہیں ہیں	اور انہوں نے کہا	جو کچھ	تو لائے گا ہمارے پاس	کوئی بھی نشانی	تاکہ تو جادو کرے ہم پر

بِهَا	فَمَا نَحْنُ	لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝
اس سے	تو ہم نہیں ہیں	تیری بات ماننے والے

آیت نمبر (133 تا 137)

ج ر د

(ن) جَرْدًا: کھال پر سے بال اتارنا۔ ننگا کرنا۔

جَرَادٌ: اسم جنس ہے۔ ٹڈی (واحد جَرَادَةٌ) ٹڈی زمین کا سبزہ چاٹ کر اس کو ننگا کر دیتی ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔133

ق م ل

ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔

قُمَّلٌ: اسم جنس ہے۔ واحد قُمَّلَةٌ ۔سر کے بالوں میں پڑنے والی جوں۔ گندگی پر بھنبھنانے والی باریک مکھیاں۔ پھنگے۔ زیر مطالعہ آیت۔133۔

ن ک ث

(ن) نَكْثًا: کمبل کو ادھیڑنا۔ سوت کو ریشہ ریشہ کرنا۔ عہد شکنی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔135

نِكْثٌ: ج: اَنْكَاثٌ۔ ادھیڑا ہوا کمبل یا سوت۔ ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ﴾ (16/ النحل:92) ''اور تم لوگ مت ہو اس عورت کی مانند جس نے توڑا اپنا کاتا ہوا سوت محنت کے بعد، ادھیڑا ہوا''

د م ر

(ن) دَمُوْرًا: ہلاک ہونا۔

(تفعیل) تَدْمِيْرًا: (1) ہلاک کرنا۔ اس کا مفعول بنفسہٖ آتا ہے۔ زیر مطالعہ آیت۔137۔ (2) کسی پر ہلاکت ڈالنا۔ اس میں علیٰ کا صلہ آتا ہے۔ ﴿دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝﴾ (47/ محمد:10) ''ہلاکت ڈالی اللہ نے ان پر اور کافروں کے لیے اس کی جیسی ہیں۔''

ترکیب

(آیت۔137) اَوْرَثْنَا کا مفعول اول اَلْقَوْمَ ہے۔ مَشَارِقَ اور مَغَارِبَ اس کے مفعول ثانی ہیں۔ اَلْاَرْضِ پر لام تعریف ہے اور الَّتِيْ کا تعلق بھی اَلْاَرْضِ سے ہے۔ كَلِمَتُ مضاف ہے اس لیے اس کی صفت اَلْحُسْنٰى مضاف الیہ رَبِّكَ کے بعد آئی ہے۔

ترجمہ

فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمُ	الطُّوْفَانَ	وَالْجَرَادَ	وَالْقُمَّلَ	وَالضَّفَادِعَ	وَالدَّمَ	اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ
پھر ہم نے بھیجا	ان پر	طوفان	اور ٹڈی دل	اور جوئیں	اور مینڈک	اور خون	کھلی کھلی نشانیاں ہوتے ہوئے

فَاسْتَكْبَرُوْا	وَكَانُوْا	قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝١٣٣	وَلَمَّا	وَقَعَ	عَلَيْهِمُ	الرِّجْزُ	قَالُوْا	يٰمُوْسَى
نتیجے میں انہوں نے گھمنڈ کیا	اور وہ تھے (ہی)	جرم کرنے والے لوگ	اور جب	واقع ہوتا	ان پر	عذاب	تو وہ کہتے	اے موسیٰؑ

ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ ۚ	لَئِنْ	كَشَفْتَ	عَنَّا	الرِّجْزَ
آپؑ پکاریے	ہمارے لیے	اپنے رب کو	اس کے ساتھ جس کا	اس نے وعدہ لیا	آپؑ سے	یقیناً اگر	آپؑ نے ہٹا دیا	ہم سے	اس عذاب کو

لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ	وَلَنُرْسِلَنَّ	مَعَكَ	بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝١٣٤	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ
تو ہم لازماً مان لیں گے آپؑ (کی بات) کو	اور ہم لازماً بھیج دیں گے	آپؑ کے ساتھ	بنی اسرائیل کو	پھر جب	ہم نے ہٹا دیا	ان سے

الرِّجْزَ	اِلٰٓى اَجَلٍ	هُمْ	بٰلِغُوْهُ	اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ ۝١٣٥	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ
اس عذاب کو	ایک مدت تک	(کہ) وہ	پہنچنے والے تھے اس کو	جب ہی	وہ لوگ	عہد شکنی کرتے	پس ہم نے انتقام لیا	ان سے

فَاَغْرَقْنٰهُمْ	فِي الْيَمِّ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ ۝١٣٦	وَاَوْرَثْنَا
تو ہم نے غرق کیا ان کو	پانی میں	کیونکہ انہوں نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور وہ تھے	ان سے	غفلت برتنے والے	اور ہم نے وارث بنایا

الْقَوْمَ الَّذِيْنَ	كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ	مَشَارِقَ الْاَرْضِ	وَمَغَارِبَهَا	الَّتِيْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا ۭ	وَتَمَّتْ
اس قوم کو جن کو	کمزور سمجھا جاتا تھا	اس زمین کے مشرقوں کا	اور اس کے مغربوں کا	وہ (زمین)	ہم نے برکت دی	جس میں	اور تمام ہوا

كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى	عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ	بِمَا	صَبَرُوْا ۭ	وَدَمَّرْنَا	مَا
آپؑ کے رب کا اچھا وعدہ	بنی اسرائیل پر	بسبب اس کے جو	وہ لوگ ثابت قدم رہے	اور ہم نے تباہ کیا	اس کو جو

كَانَ يَصْنَعُ	فِرْعَوْنُ	وَقَوْمُهٗ	وَمَا	كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝١٣٧
بنایا تھا	فرعون	اور اس کی قوم نے	اور اس کو جو	اونچا کر کے چھایا تھا

نوٹ 1:

فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰؑ سے ہارنے کے بعد انؑ پر ایمان لے آئے تھے۔ لیکن فرعون اور اس کی قوم اسی طرح اپنی سرکشی اور کفر پر جمی رہی۔ تاریخی روایات کے مطابق اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰؑ بیس سال مصر میں مقیم رہ کر ان لوگوں کو اللہ کا پیغام سناتے اور حق کی دعوت دیتے رہے، اس عرصہ میں ان لوگوں پر مختلف عذاب آتے رہے جن کے ذریعہ قوم فرعون کو متنبہ کرنا اور راہ راست پر لانا مقصود تھا۔ ان میں سے ہر عذاب ایک معین وقت تک رہتا، پھر موقوف ہوتا اور کچھ مہلت دی جاتی کہ غور و فکر کر کے سنبھل جائیں۔ اسی طرح وقفہ وقفہ سے متعدد عذاب آتے رہے۔ لیکن ان لوگوں نے ان سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ پھر جب ہر طرح اتمام حجت ہوگئی تب ان کو غرق کیا گیا۔ (معارف القرآن)

نوٹ 2:

زیر مطالعہ آیت نمبر۔ 137 میں ارشاد ہے کہ ہم نے اس کو برباد کر دیا جو فرعون اور اس کے پیروکار بنایا کرتے تھے۔ یہاں بنانے کے لیے یَصْنَعُ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی کسی کام کو مہارت سے کرنے کے ہیں۔ (مفردات القرآن)۔ بظاہر اس سے مراد ان کی عمارتیں ہیں کیونکہ یہ مصریوں کا خاص ذوق تھا اور انہوں نے فن تعمیر میں بڑی مہارت حاصل کر لی تھی۔ لیکن سورۃ الاعراف کی ان آیات

میں اورقرآن مجید کے دیگر مقامات پر جہاں قوم فرعون پر عذابوں کا ذکر ہے، وہاں زلزلہ یا کسی ایسے عذاب کا ذکر نہیں ہے۔ جس سے عمارتیں تباہ ہوں۔ اس لیے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ غالباً یہاں یَصۡنَعُ کا لفظ اپنے عمومی مفہوم میں آیا ہے اور اس سے مراد حضرت موسیٰؑ کے خلاف وہ جھوٹے الزامات ہیں جو فرعون گھڑا کرتا تھا اور قوم اس کی ہاں میں ہاں ملاتی تھی۔ شاید اسی لیے یَصۡنَعُ کے فاعل کے طور پر فرعون اور اس کی قوم کا الگ الگ ذکر آیا ہے۔ کیونکہ الزامات فرعون گھڑتا تھا اور قوم اس کی ہم نوا ہوتی تھی۔ مثلاً یہ کہ یہ جادوگر تم لوگوں کو تمہاری زمین سے نکالنا چاہتا ہے، تمہاری بے مثال تہذیب کو تباہ کرنا چاہتا ہے، جادوگروں کی شکست ان کی اور موسیٰؑ کی ملی بھگت کا نتیجہ تھی، موسیٰؑ کی دعا سے عذاب ٹل جانے پر وعدہ نہ پورا کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشنا، وغیرہ وغیرہ۔ یَصۡنَعُ کا اگر یہ مفہوم ہے تو پھر یَعۡرِشُوۡنَ کو بھی اس کے عمومی مفہوم پر محمول کرنا ہوگا کہ فرعون جو کچھ گھڑتا تھا، حکومت کی مشینری پروپیگنڈے کے ذریعے اسے لوگوں کے ذہنوں پر مسلط کر دیتی تھی تا کہ لوگوں کو موسیٰؑ کی رسالت اور بنو اسرائیل کی آزادی کے مطالبہ کی صداقت پر غور کرنے کا موقع نہ ملے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مفتی محمد شفیعؒ کی رائے ہے کہ یَصۡنَعُ کے مفہوم میں فرعون اور قوم فرعون کی بنائی ہوئی چیزوں میں ان کے مکانات وعمارات اور گھریلو ضرورت کے سامان، نیز وہ مختلف قسم کی تدبیریں جو وہ موسیٰؑ کے مقابلہ کے لیے کرتے تھے، سب داخل ہیں۔ (معارف القرآن)

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ جس جس نے بھی اس کار خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول ومنظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب

کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے:www.khuddam-ul-quran.cominfo@khuddam-ul-quran.com,

0412437781,0412437618,03217805614

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

923

آیت نمبر (138 تا 143)

ت ب ر

(س) تَبْرًا: ہلاک ہونا۔ برباد ہونا۔

تَبَارٌ: اسم ذات ہے۔ تباہی۔ بربادی۔ ﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ (71/نوح:28) ''اور تو زیادہ نہ کر ظالموں کو مگر تباہی میں۔''

(تفعیل) تَتْبِیْرًا: تباہ کرنا۔ برباد کرنا۔ ﴿وَ کُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا ﴾ (25/الفرقان:39) ''اور سب کو ہم نے برباد کیا جیسا برباد کرنے کا حق ہے۔''

مُتَبَّرٌ: اسم المفعول ہے اور ظرف بھی (۱) برباد کیا ہوا۔ (۲) برباد شدہ جگہ۔ زیر مطالعہ آیت۔139۔

ج ل و

(ن) جَلْوًا: کسی چیز کو آشکار کرنا۔ نمایاں کرنا۔

جَلَاءً: کسی کو شہر سے نکالنا۔ جلا وطن کرنا۔ ﴿ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا ﴾ (59/الحشر:3) ''اگر نہ ہوتا کہ لکھا اللہ نے ان پر جلاوطن کرنا تو وہ ضرور عذاب دیتا ان کو دنیا میں۔''

(تفعیل) تَجْلِیَۃً: کسی چیز کو خوب روشن کرنا۔ ﴿وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰىہَا ﴾ (91/الشمس:3) ''قسم ہے دن کی جب وہ خوب روشن کردے اس کو۔''

(تفعل) تَجَلٍّ: خوب روشن ہونا۔ جلوہ افروز ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔143۔

د ک ک

دَکًّا: کسی چیز کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کرنا۔ ہموار کرنا۔ ﴿ وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً ﴾ (69/الحاقۃ:14) ''اور اٹھائی جائے گی زمین اور پہاڑ پھر دونوں کو کوٹ کر ہموار کیا جائے گا یکبارگی ہموار کرنا۔''

دَکٌّ: اسم ذات بھی ہے۔ ہموار زمین۔ زیر مطالعہ آیت۔143۔

دَکَّاءُ: نرم مٹی کا ٹیلہ۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ ﴾ (18/الکہف:98) ''پھر جب آئے گا میرے رب کا وعدہ تو وہ بنا دے گا اس کو ایک نرم مٹی کا ٹیلہ۔''

خ ر ر

(ض) خَرًّا: بلندی سے پستی میں گرنا۔ آیت زیر مطالعہ۔143۔

ترکیب

(آیت۔138) جٰوَزَ (مفاعلہ) کے معنی ہیں دریا کو پار کرنا 'ب' کے صلہ کے ساتھ معنی ہو جاتے ہیں کسی کو پار کرانا۔ قَوۡمٍ نکرہ مخصوصہ ہے جبکہ یَعۡکُفُوۡنَ اس کی خصوصیت اور حال ہے۔ (آیت۔139) مَاھُمۡ مبتدا مؤخر ہے، مُتَبَّرٌ اس کی خبر مقدم ہے اور فِیۡہِ متعلق خبر ہے۔ پھر یہ پورا جملہ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ کی خبر ہے۔ اسی طرح مَا مبتدا مؤخر ہے۔ بٰطِلٌ اس کی خبر مقدم ہے اور جملہ فعلیہ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ متعلق خبر ہے اس لیے اس کا ترجمہ حال میں ہوگا۔ (آیت۔141) سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ مرکب اضافی ہے لیکن اس کا ترجمہ مرکب توصیفی میں ہوگا (دیکھیں

آیت۔20/طٰہٰ: 49، نوٹ۔3) عَظِیْمٌ کی رفع بتا رہی ہے کہ یہ بَلَاءٌ کی صفت ہے اگر رَبِّ کی ہوتی تو عَظِیْمٍ آتی ہے۔
923

ترجمہ

وَجٰوَزْنَا	بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ	الْبَحْرَ	فَاَتَوْا	عَلٰي قَوْمٍ	يَّعْكُفُوْنَ	عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ	قَالُوْا
اور ہم نے پار کرایا	بنی اسرائیل کو	سمندر کے	تو وہ پہنچے	ایک ایسی قوم پر	جو جھکے بیٹھے ہوئے تھے	اپنے کچھ بتوں پر	انہوں نے کہا

يٰمُوْسَى	اجْعَلْ	لَّنَآ	اِلٰهًا	كَمَا	لَهُمْ	اٰلِهَةٌ ۭ	قَالَ	اِنَّكُمْ	قَوْمٌ
اے موسیٰؑ	آپؑ بنا دیں	ہمارے لیے	ایک الٰہ	جیسے کہ	ان کے لیے	کچھ الٰہ ہیں	(موسیٰؑ نے) کہا	بیشک تم لوگ	ایک ایسی قوم ہو

تَجْهَلُوْنَ ﴿١٣٨﴾	اِنَّ	هٰٓؤُلَاۗءِ	مُتَبَّرٌ	مَّا	هُمْ	فِيْهِ	وَبٰطِلٌ	مَّا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٩﴾
جو غلط عقائد رکھتی ہی	یقیناً	یہ!	برباد کیا ہوا ہے	وہ	یہ لوگ	جس میں ہیں	اور باطل ہے	وہ، جو	یہ لوگ کرتے ہیں

قَالَ	اَ	غَيْرَ اللّٰهِ	اَبْغِيْكُمْ	اِلٰهًا	وَّ	هُوَ	فَضَّلَكُمْ	عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾
(موسیٰؑ نے) کہا	کیا	اللہ کے علاوہ کو	میں چاہوں تمہارے لیے	بطور الٰہ	حالانکہ	اس نے	فضیلت دی ہے تم کو	تمام جہانوں پر

وَاِذْ	اَنْجَيْنٰكُمْ	مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ	يَسُوْمُوْنَكُمْ	سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ	يُقَتِّلُوْنَ	اَبْنَاۗءَكُمْ
اور جب	ہم نے نجات دی	فرعون کے پیروکاروں سے	وہ تکلیف دیتے تھے تم کو	برے عذاب کی	وہ قتل کرتے تھے	تمہارے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيُوْنَ	نِسَاۗءَكُمْ ۭ	وَفِيْ ذٰلِكُمْ	بَلَاۗءٌ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾	وَوٰعَدْنَا
اور زندہ رکھتے تھے	تمہاری عورتوں کو	اور اس میں	ایک آزمائش تھی	تمہارے رب (کی طرف) سے	ایک بڑی (آزمائش)	اور ہم نے وعدہ کیا

مُوْسٰى	ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً	وَّاَتْمَمْنٰهَا	بِعَشْرٍ	فَتَمَّ	مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ	اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ	وَقَالَ
موسیٰؑ سے	تیس راتوں کا	اور ہم نے مکمل کیا انہیں	دس سے	تو پورا ہوا	انؑ کے رب کے طے شدہ وقت	چالیس راتوں کا	اور کہا

مُوْسٰى	لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ	اخْلُفْنِيْ	فِيْ قَوْمِيْ	وَاَصْلِحْ	وَلَا تَتَّبِعْ	سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾
موسیٰؑ نے	اپنے بھائی ہارونؑ سے	تو میرے پیچھے رہ	میری قوم میں	اور اصلاح کر	اور پیروی مت کرنا	فساد کرنے والوں کے راستے کی

وَلَمَّا	جَاۗءَ	مُوْسٰى	لِمِيْقَاتِنَا	وَكَلَّمَهٗ	رَبُّهٗ ۙ	قَالَ	رَبِّ	اَرِنِيْٓ
اور جب	آئے	موسیٰؑ	ہماری طے شدہ جگہ پر	اور کلام کیا انؑ سے	انؑ کے رب نے	تو انہوںؑ نے کہا	اے میرے رب	تو مجھے دکھا

اَنْظُرْ	اِلَيْكَ ۭ	قَالَ	لَنْ تَرٰىنِيْ	وَلٰكِنِ	انْظُرْ	اِلَى الْجَبَلِ	فَاِنِ	اسْتَقَرَّ	مَكَانَهٗ
تو میں دیکھوں	تیری طرف	(اللہ نے) کہا	تو ہرگز نہیں دیکھے گا مجھ کو	اور لیکن	تو دیکھ	اس پہاڑ کی طرف	پھر اگر	وہ برقرار رہا	اپنی جگہ پر

فَسَوْفَ	تَرٰىنِيْ ۚ	فَلَمَّا	تَجَلّٰى	رَبُّهٗ	لِلْجَبَلِ	جَعَلَهٗ	دَكًّا	وَّخَرَّ	مُوْسٰى
تو عنقریب	تو دیکھے گا مجھ کو	پھر جب	تجلی کی	انؑ کے رب نے	اس پہاڑ کی طرف	تو اس نے کر دیا اس کو	ہموار زمین	اور گر پڑے	موسیٰؑ

صَعِقًا ۚ	فَلَمَّآ	اَفَاقَ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	تُبْتُ اِلَيْكَ	وَاَنَا	اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
بیہوش ہوکر	پھر جب	افاقہ ہوا	توانہوںؑ نے کہا	تیری پاکیزگی ہے	میں توبہ کرتا ہوں	اور میں	سب سے پہلے ایمان لایا

نوٹ:1

آیت۔142 میں تیس دن کے بجائے تیس راتوں کا ذکر فرمایا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاءؑ کی شریعتوں میں مہینے قمری ہوتے ہیں اور قمری مہینہ چاند دیکھنے سے شروع ہوتا ہے، جو کہ رات ہی میں ہوسکتا ہے۔ اسلیے قمری مہینہ رات سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اس کی ہر تاریخ غروب آفتاب سے شمار ہوتی ہے۔ جتنے آسمانی مذاہب ہیں ان سب کا حساب اسی طرح قمری مہینوں سے شروع ہوتا ہے اور تاریخ غروب آفتاب سے شمار کی جاتی ہے۔ ابنِ عربی کا قول ہے کہ شمسی حساب دنیوی منافع کے لیے ہے اور قمری حساب اداءِ عبادات کے لیے ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (144 تا 147)

ل و ح

(ن) لَوْحًا: کسی چیز کا نمایاں ہونا۔

لُوْحًا: گرم ہونا۔ پیاسا ہونا۔

لَوْحٌ: ج: اَلْوَاحٌ۔ اسم ذات بھی ہے۔ ہر چوڑی چیز جیسے لکھنے کی تختی، کشتی کے تختے وغیرہ۔ زیر مطالعہ آیت۔145 اور ﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ (85/البروج: 21۔22) ''بلکہ وہ قرآن مجید ہے ایک محفوظ تختی میں۔'' ﴿ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰي ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ ﴾ (54/القمر: 13) ''اور ہم نے سوار کیا اس کو کچھ تختیوں اور کیلوں والی پر۔''

لَوَّاحٌ: فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بہت گرم ہونے والا۔ جھلسنے والا۔ ﴿ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ ﴾ (74/المدثر: 29) ''جھلسنے والی ہے کھال کو۔''

ترکیب

(آیت۔145) فعل امر وَاْمُرْ کا جواب امر ہونے کی وجہ سے يَاْخُذُوْا مجزوم ہوا ہے۔ اُورِيْكُمْ میں واؤ زائدہ ہے اور قرآن مجید کا مخصوص املا ہے۔ (آیت۔147) بِاٰيٰتِنَا کی بِ پر عطف ہونے کی وجہ سے لِقَاءِ حالت جر میں آیا ہے۔

ترجمہ

قَالَ	يٰمُوْسٰٓى	اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ	عَلَى النَّاسِ	بِرِسٰلٰتِىْ	وَبِكَلَامِىْ ۖ	فَخُذْ	مَآ
(اللہ نے) کہا	اے موسیٰؑ	میں نے ترجیح دی تجھ کو	لوگوں پر	اپنے پیغام کے لیے	اور اپنے کلام کے لیے	پس تو پکڑ	اس کو جو

اٰتَيْتُكَ	وَكُنْ	مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾	وَكَتَبْنَا	لَهٗ	فِى الْاَلْوَاحِ	مِنْ كُلِّ شَىْءٍ
میں نے دیا تجھ کو	اور تو ہوجا	شکر کرنے والوں میں سے	اور ہم نے لکھا	اس کے لیے	تختیوں میں	سب چیزوں میں سے

مَّوْعِظَةً	وَّتَفْصِيْلًا	لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ	فَخُذْهَا	بِقُوَّةٍ	وَّاْمُرْ	قَوْمَكَ	يَاْخُذُوْا
نصیحت ہوتے ہوئے	اور تفصیل ہوتے ہوئے	ہر چیز کے لیے	پس تو پکڑ اس کو	قوت سے	اور تو حکم دے	اپنی قوم کو	کہ وہ لوگ پکڑیں

بِاَحۡسَنِهَا ؕ	سَاُورِيۡكُمۡ	دَارَ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۱۴۵﴾	سَاَصۡرِفُ	عَنۡ اٰيٰتِىَ	الَّذِيۡنَ 923	يَتَكَبَّرُوۡنَ
اس کے بہترین کو	میں دکھاؤں گا تم لوگوں کو	نافرمانی کرنے والوں کا گھر	میں پھیر دوں گا	اپنی نشانیوں سے	ان لوگوں کو جو	بڑے بنتے ہیں

فِى الۡاَرۡضِ	بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ؕ	وَاِنۡ	يَّرَوۡا	كُلَّ اٰيَةٍ	لَّا يُؤۡمِنُوۡا	بِهَا ۚ	وَاِنۡ	يَّرَوۡا
زمین میں	حق کے بغیر	اور اگر	وہ لوگ دیکھیں	ساری نشانیاں	تو (بھی) ایمان نہیں لائیں گے	ان پر	اور اگر	وہ دیکھیں

سَبِيۡلَ الرُّشۡدِ	لَا يَتَّخِذُوۡهُ	سَبِيۡلًا ۚ	وَاِنۡ	يَّرَوۡا	سَبِيۡلَ الۡغَىِّ	يَتَّخِذُوۡهُ	سَبِيۡلًا ؕ
ہدایت کے راستے کو	تو نہیں پکڑیں گے اس کو	بطور راستے کے	اور اگر	وہ دیکھیں	گمراہی کے راستے کو	تو پکڑیں گے اس کو	بطور راستے کے

ذٰ لِكَ	بِاَنَّهُمۡ	كَذَّبُوۡا	بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوۡا	عَنۡهَا	غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۴۶﴾	وَالَّذِيۡنَ	كَذَّبُوۡا
یہ ہے	بسبب اس کے کہ انہوں نے	جھٹلایا	ہماری نشانیوں کو	اور وہ لوگ تھے	ان سے	غفلت برتنے والے	اور جنہوں نے	جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا	وَلِقَآءِ الۡاٰخِرَةِ	حَبِطَتۡ	اَعۡمَالُهُمۡ ؕ	هَلۡ يُجۡزَوۡنَ	اِلَّا	مَا	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۷﴾ ع
ہماری نشانیوں کو	اور آخرت کی ملاقات کو	اکارت ہوئے	ان کے اعمال	انہیں کیا بدلہ دیا جائے گا	سوائے اس کے	جو	وہ لوگ کرتے تھے

نوٹ:1 آیت۔145 میں بِاَحۡسَنِهَا سے مراد احکام الٰہی کا وہ صاف اور سیدھا مفہوم ہے جو عقلِ عام سے ہر وہ شخص سمجھ لے گا جس کی نیت میں فساد اور دل میں کجی نہ ہو۔ اور دَارَ الۡفٰسِقِيۡنَ دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ان قوموں کے آثارِ قدیمہ پر سے گزرو گے جنہوں نے اللہ کی بندگی اور اطاعت سے منہ موڑا۔ انہیں دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسی روش اختیار کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:2 آیت۔147 میں حبطِ اعمال کا مطلب ہے کہ اعمال ضائع ہو گئے، بار آور نہ ہوئے اور لاحاصل رہے۔ (یعنی زندگی میں اگر کچھ نیکیاں کی بھی تھیں تو آخرت میں ان کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملا۔ مرتب)۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانی سعی و عمل کے بار آور ہونے کا انحصار کلیتاً دو امور پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ سعی و عمل اللہ کے قانونِ شرعی کی اپابندی میں ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سعی و عمل میں دنیا کے بجائے آخرت کی کامیابی پیشِ نظر ہو۔ یہ دو شرطیں جہاں پوری نہ ہوں گی وہاں لازماً حبطِ عمل واقع ہوگا۔ جس نے اللہ کی ہدایت سے منہ موڑ کر، باغیانہ انداز میں دنیا میں کام کیا، ظاہر ہے کہ وہ اللہ سے کسی اجر کی توقع رکھنے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ اور جس نی سب کچھ دنیا ہی کے لیے کیا اور آخرت کے لیے کچھ نہ کیا وہ کس طرح آخرت میں پھل پائے گا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (148 تا 154)

ح ل ی

(س) حَلۡيًا — عورت کا زیور پہننا۔

حِلۡيَةٌ — ج: حُلِيٌّ۔ زیور۔ ﴿وَتَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡهُ حِلۡيَةً﴾ (16/النحل:14) ''اور تا کہ تم لوگ نکالو اس سے کوئی زیور۔'' اور زیر مطالعہ آیت۔148۔

(تفعیل) تَحۡلِیَۃً زیور پہنانا۔آراستہ کرنا۔﴿ یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ ﴾ (18/الکہف:31) ''وہ لوگ آراستہ کیے جائیں گے اس میں سونے کے کنگنوں سے۔''
923

ج س د

(س) جَسَدًا خون کا چپکنا۔۔چمٹنا۔

جَسَدٌ اسم ذات بھی ہے۔بے جان جسم۔دھڑ۔ڈھانچا۔زیر مطالعہ آیت۔148

خ و ر

(ن) خُوَارًا گائے کا ڈکارنا۔آواز کرنا۔

خُوَارٌ اسم ذات بھی ہے۔گائے کی آواز۔زیر مطالعہ آیت۔148

ء س ف

(س) اَسَفًا افسوس کرنا۔غمگین ہونا۔

اَسِفٌ صفت ہے۔افسوسناک۔غمگین۔زیر مطالعہ آیت۔150۔

اَسَفٰی اسم ذات ہے۔افسوس۔غم۔﴿ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ ﴾(12/یوسف:84)''اے افسوس!یوسفؑ (کی جدائی) پر۔''

(افعال) اِیۡسَافًا غمگین کرنا۔غصہ دلانا۔﴿ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ ﴾ (43/الزخرف:55)''پھر جب انہوں نے غصہ دلایا ہم کو تو ہم نے انتقام لیا ان سے۔''

ج ر ر

(ن) جَرًّا کھینچنا۔گھسیٹنا۔زیر مطالعہ آیت۔150۔

ش م ت

(س) شَمَاتًا کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔

(افعال) اِشۡمَاتًا کسی کو تکلیف دے کر دوسروں کو خوش کرنا۔دشمن کو خوش کرنا۔زیر مطالعہ آیت۔150

س ک ت

(ن) سَکۡتًا تھم جانا۔ساکت ہونا۔زیر مطالعہ آیت۔154

ترکیب

(آیت۔148)وَاتَّخَذَ کا فاعل قَوۡمُ مُوۡسٰی ہے۔اس کا مفعول عِجۡلًا ہے جبکہ جَسَدًا بدل ہے عِجۡلًا کا۔خُوَارٌ مبتدا موخر نکرہ ہے،اس کی خبر محذوف ہے اور لَهٗ قائم مقام خبر مقدم ہے۔(آیت۔150) جب منادیٰ کے طور پر آتا ہے تو اِبۡنَ اُمَّ ایک لفظ کے طور پر آتا ہے۔اس لیے اُمَّ پر بھی نصب آئی ہے۔اس کا مضاف الیہ یائے متکلم ہے جو گری ہوئی ہے۔

ترجمہ

وَاتَّخَذَ	قَوۡمُ مُوۡسٰی	مِنۡ بَعۡدِهٖ	مِنۡ حُلِیِّهِمۡ	عِجۡلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ ط
اور بنایا	موسیٰؑ کی قوم نے	ان کے بعد	اپنے زیورات سے	ایک بچھڑا	جو ایک ڈھانچا تھا	اس کے لیے	گائے کی ایک آواز تھی

923

اَلَمۡ يَرَوۡا	اَنَّهٗ	لَا يُكَلِّمُهُمۡ	وَلَا يَهۡدِيۡهِمۡ	سَبِيۡلًا ۘ	اِتَّخَذُوۡهُ	وَكَانُوۡا
کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں	کہ وہ	کلام نہیں کرتا ان سے	اور نہ ہی وہ ہدایت دیتا ہے ان کو	کسی راستے کی	انہوں نے بنایا اس کو (معبود)	اور وہ لوگ تھے

ظٰلِمِيۡنَ ﴿۱۴۸﴾	وَلَمَّا	سُقِطَ فِيۡۤ اَيۡدِيۡهِمۡ	وَرَاَوۡا	اَنَّهُمۡ	قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ	قَالُوۡا	لَئِنۡ
ظلم کرنے والے	اور جب	وہ لوگ پچھتائے	اور انہوں نے دیکھا	کہ وہ	گمراہ ہو گئے ہیں	تو انہوں نے کہا	یقیناً اگر

لَّمۡ يَرۡحَمۡنَا	رَبُّنَا	وَيَغۡفِرۡ لَنَا	لَنَكُوۡنَنَّ	مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۱۴۹﴾	وَلَمَّا	رَجَعَ	مُوۡسٰٓى
رحم نہ کیا ہم پر	ہمارے رب نے	اور نہ بخشا ہم کو	تو ہم لازماً ہو جائیں گے	خسارہ پانے والوں میں سے	اور جب	لوٹے	موسیٰؑ

اِلٰى قَوۡمِهٖ	غَضۡبَانَ	اَسِفًا ۙ	قَالَ	بِئۡسَمَا	خَلَفۡتُمُوۡنِىۡ	مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ۚ
اپنی قوم کی طرف	غضبناک ہوتے ہوئے	غمگین ہوتے ہوئے	تو انہوںؑ نے کہا	کتنی بری ہے وہ، جو	تم لوگوں نے جانشینی کی میری	میرے بعد

اَ	عَجِلۡتُمۡ	اَمۡرَ رَبِّكُمۡ ۚ	وَاَلۡقَى	الۡاَلۡوَاحَ	وَاَخَذَ	بِرَاۡسِ اَخِيۡهِ	يَجُرُّهٗۤ
کیا	جلد بازی کی تم لوگوں نے	اپنے رب کے حکم سے (پہلے)	اور انہوںؑ نے ڈالا	تختیوں کو	اور پکڑا	اپنے بھائی کو سر سے	کھینچتے ہوئے اس کو

اِلَيۡهِ ؕ	قَالَ	ابۡنَ اُمَّ	اِنَّ الۡقَوۡمَ	اسۡتَضۡعَفُوۡنِىۡ	وَكَادُوۡا	يَقۡتُلُوۡنَنِىۡ ۖ
اپنی طرف	(ہارونؑ نے) کہا	اے میری ماں کے بیٹے	بیشک قوم نے	کمزور سمجھا مجھ کو	اور قریب تھا کہ وہ لوگ	قتل کرتے مجھ کو

فَلَا تُشۡمِتۡ	بِىَ	الۡاَعۡدَآءَ	وَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ	مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۵۰﴾	قَالَ	رَبِّ
پس تو خوش مت کر	مجھ سے	دشمنوں کو	اور تو مت بنا مجھ کو	ظلم کرنے والوں لوگوں کے ساتھ	(موسیٰ نے) کہا	اے میرے رب

اغۡفِرۡ لِىۡ	وَلِاَخِىۡ	وَاَدۡخِلۡنَا	فِىۡ رَحۡمَتِكَ ۖ	وَاَنۡتَ	اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۵۱﴾ ع	اِنَّ
تو بخش دے مجھ کو	اور میرے بھائی کو	اور تو داخل کر ہم دونوں کو	اپنی رحمت میں	اور تو	رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے	بیشک

الَّذِيۡنَ	اتَّخَذُوا	الۡعِجۡلَ	سَيَنَالُهُمۡ	غَضَبٌ	مِّنۡ رَّبِّهِمۡ	وَذِلَّةٌ	فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ
جن لوگوں نے	بنایا	بچھڑے کو (معبود)	ان کو پہنچے گا	غضب	ان کے رب (طرف) سے	اور ذلت	دنیا کی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ	نَجۡزِى	الۡمُفۡتَرِيۡنَ ﴿۱۵۲﴾	وَالَّذِيۡنَ	عَمِلُوا	السَّيِّاٰتِ	ثُمَّ	تَابُوۡا	مِنۡۢ بَعۡدِهَا
اور اس طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	گھڑنے والوں کو	اور جنہوں نے	عمل کیے	برائیوں کے	پھر	انہوں نے توبہ کی	اس کے بعد

وَاٰمَنُوۡۤا	اِنَّ	رَبَّكَ	مِنۡۢ بَعۡدِهَا	لَغَفُوۡرٌ	رَّحِيۡمٌ ﴿۱۵۳﴾	وَلَمَّا
اور ایمان لائے	تو بیشک	آپ کا رب	اس کے بعد (یعنی باوجود)	یقیناً بے انتہا بخشنے والا ہے	ہر حال میں رحم کرنے والا ہے	اور جب

سَكَتَ	عَنۡ مُّوۡسَى	الۡغَضَبُ	اَخَذَ	الۡاَلۡوَاحَ ۖ	وَفِىۡ نُسۡخَتِهَا	هُدًى	وَّرَحۡمَةٌ
تھم گیا	موسیٰ سے	غصہ	تو انہوں نے پکڑا	تختیوں کو	اور ان کی تحریر میں	ہدایت تھی	اور رحمت تھی

لِّلَّذِيۡنَ	هُمۡ لِرَبِّهِمۡ	يَرۡهَبُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾
ان کے لیے جو	اپنے رب سے ہی	ڈرتے ہیں

نوٹ: 1

آیت۔150 میں ایک بہت بڑے الزام سے حضرت ہارونؑ کو بری کیا گیا ہے۔ جو یہودیوں نے ان پر لگایا ہے۔ بائبل[923] میں ہے کہ بنی اسرائیل کی فرمائش پر حضرت ہارونؑ نے سونے کا ایک بچھڑا بنا کر دیا اور اس کے لیے قربان گاہ بنائی۔ (خروج۔ باب۔32۔ آیت۔1۔6)

عجیب بات ہے کہ بنی اسرائیل جن کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں، ان میں سے کسی کی بھی سیرت کو انہوں نے داغدار کیے بغیر نہیں چھوڑا اور الزام بھی ایسے سخت لگائے جو اخلاق و شریعت کی نگاہ میں بدترین جرائم شمار ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قوم جو ب اخلاقی پستیوں میں گری اور ان کے علماء و مشائخ بھی ان میں ملوث ہوئے، تو انہوں نے ان تمام جرائم کو انبیاءؑ کی طرف منسوب کر ڈالا۔ جن کا وہ خود ارتکاب کرتے تھے، تاکہ یہ کہا جا سکے کہ جب نبی تک ان چیزوں کو نہ بچ سکے تو پھر کون بچ سکتا ہے، اس معاملہ میں یہودیوں کا حال ہندوؤں سے ملتا جلتا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے دیوتاؤں اور اوتاؤں کی زندگیاں بداخلاقی کے انسانوں سے سیاہ کی ہوئی ہیں تاکہ پنڈتوں اور پروہتوں کی اخلاقی پستیوں کا جواز رہے (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (155 تا 157)

ترکیب

(آیت۔155) اِخْتَارَ کا مفعول قَوْمَهٗ ہے، جبکہ سَبْعِيْنَ رَجُلًا اس کا بدل البعض ہے۔ (آیت۔157) اَلنَّبِيَّ اور اَلْاُمِّيَّ یہ دونوں اَلرَّسُوْلَ کی صفت ہیں لیکن ترجمہ بدل کے طور پر بہتر ہوگا۔

ترجمہ

وَاخْتَارَ	مُوْسٰى	قَوْمَهٗ	سَبْعِيْنَ رَجُلًا	لِّمِيْقَاتِنَا ۚ	فَلَمَّآ	اَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	قَالَ
اور چنا	موسیٰؑ نے	اپنی قوم سے	ستر مرد	ہماری مقرر کردہ جگہ کے لیے	پھر جب	پکڑا ان کو	زلزلے نے	تو (موسیٰؑ نے) کہا

رَبِّ	لَوْ شِئْتَ	اَهْلَكْتَهُمْ	مِّنْ قَبْلُ	وَاِيَّايَ ۭ	اَ	تُهْلِكُنَا	بِمَا	فَعَلَ
اے میرے رب	اگر تو چاہتا تو	تو ہلاک کر دیتا ان کو	اس سے پہلے	اور مجھ کو بھی	کیا	تو ہلاک کرتا ہے ہم کو	بسبب اس کے جو	کیا

السُّفَهَاۗءُ	مِنَّا ۚ	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	فِتْنَتُكَ ۭ	تُضِلُّ	بِهَا	مَنْ	تَشَاۗءُ	وَتَهْدِيْ	مَنْ
بیوقوفوں نے	ہم میں سے	نہیں ہے	یہ	مگر	تیری آزمائش	تو بھٹکاتا ہے	اس سے	اس کو جس کو	تو چاہتا ہی	اور تو ہدایت دیتا ہے (اس سے)	اس کو جس کو

تَشَاۗءُ ۭ	اَنْتَ	وَلِيُّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	وَاَنْتَ	خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝١٥٥	وَاكْتُبْ	لَنَا
تو چاہتا ہے	تو	ہمارا کارساز ہے	پس تو بخش دے ہم کو	اور تو رحم کر ہم پر	اور تو	بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے	اور تو لکھ دے	ہمارے لیے

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَّفِي الْاٰخِرَةِ	اِنَّا هُدْنَآ	اِلَيْكَ ۭ	قَالَ	عَذَابِيْٓ	اُصِيْبُ
اس دنیا میں	بھلائی	اور آخرت میں (بھی)	بیشک ہم نے رجوع کیا	تیری طرف	(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا	میرا عذاب،	میں پہنچاتا ہوں

بِهٖ	مَنْ	اَشَاۗءُ ۚ	وَرَحْمَتِيْ	وَسِعَتْ	كُلَّ شَيْءٍ ۭ	فَسَاَكْتُبُهَا	لِلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ
اس کے ساتھ	جس پر	میں چاہتا ہوں	اور میری رحمت	وہ وسیع ہوئی	ہر چیز پر	پس میں لکھوں گا اس کو	ان کے لیے جو	تقویٰ کرتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَالَّذِيْنَ	هُمْ بِاٰيٰتِنَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾	اَلَّذِيْنَ	يَتَّبِعُوْنَ	923 الرَّسُوْلَ
اور پہنچاتے ہیں	زکوٰۃ کو	اور وہ، جو	ہماری نشانیوں پر ہی	ایمان لاتے ہیں	وہ لوگ جو	پیروی کرتے ہیں	ان رسول کی

النَّبِيَّ	الْاُمِّيَّ	الَّذِيْ	يَجِدُوْنَهٗ	مَكْتُوْبًا	عِنْدَهُمْ	فِي التَّوْرٰىةِ	وَالْاِنْجِيْلِ	يَاْمُرُهُمْ
جو نبی ہیں	اُمی ہیں	جن کو	یہ لوگ پاتے ہیں	لکھا ہوا	اپنے پاس	تورات میں	اور انجیل میں	وہ حکم دیتے ہیں ان کو

بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهٰىهُمْ	عَنِ الْمُنْكَرِ	وَيُحِلُّ	لَهُمُ	الطَّيِّبٰتِ	وَيُحَرِّمُ
نیکی کا	اور منع کرتے ہیں ان کو	برائی سے	اور وہ حلال کرتے ہیں	ان کے لیے	پاکیزہ (چیزوں) کو	اور حرام کرتے ہیں

عَلَيْهِمُ	الْخَبٰۗىِٕثَ	وَيَضَعُ	عَنْهُمْ	اِصْرَهُمْ	وَالْاَغْلٰلَ	الَّتِيْ	كَانَتْ	عَلَيْهِمْ ؕ	فَالَّذِيْنَ
ان پر	ناپاک (چیزوں) کو	اور اتارتے ہیں	ان سے	ان کے بوجھ کو	اور ان طوقوں کو	جو کہ	تھے	ان پر	پس جو لوگ

اٰمَنُوْا	بِهٖ	وَعَزَّرُوْهُ	وَنَصَرُوْهُ	وَاتَّبَعُوا	النُّوْرَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	مَعَهٗٓ ۙ
ایمان لائے	انؐ پر	اور تقویت دی انؐ کو	اور مدد کی انؐ کی	اور پیروی کی	اس نور کی	جو کہ	اتارا گیا	انؐ کے ساتھ

اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع
تو وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

نوٹ: 1

آیت نمبر۔157 میں فلاح پانے کے لیے چار شرطیں ذکر کی گئی ہیں۔ اول رسول اللہ ﷺ پر ایمان۔ دوم آپؐ کی تکریم۔ سوم آپؐ کی امداد۔ چہارم قرآن کریم کی اتباع۔ زمانۂ نبوت میں تو یہ تائید و نصرت آپؐ کی ذات کے متعلق تھی اور آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے دین کی تائید و نصرت ہی رسول اللہ ﷺ کی تائید و نصرت ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ آیت کے شروع میں اَلنَّبِيَّ الْاُمِّيَّ کی اتباع کا ذکر ہے اور آیت کے آخر میں اس نور کی اتباع کا ذکر ہے جو آپؐ کے ساتھ اتارا گیا یعنی قرآن مجید۔ اس سے ثابت ہوا کہ نجاتِ آخرت قرآن و سنت دونوں کے اتباع پر موقوف ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (158 تا 162)

ب ج س

(ن ـ ض) بَجْسًا زخم چیرنا۔ کسی تنگ جگہ سے پانی جاری کرنا۔

(انفعال) اِنْبِجَاسًا کسی تنگ جگہ سے پانی جاری ہونا۔ پھوٹ بہنا۔ زیر مطالعہ آیت۔160

ترکیب

(آیت۔160) قَطَّعْنَا کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ حالت نصب میں آیا ہے۔ اَسْبَاطًا اور اُمَمًا اس کے معدود یعنی تمیز نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ جمع کے الفاظ ہیں۔ اس لیے اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ کا معدود محذوف ہے۔ جو کہ قَبِيْلَةً ہو سکتا ہے۔ جبکہ اَسْبَاطًا اور اُمَمًا حال ہیں۔ (آیت۔160) اِنْبَجَسَتْ کا فاعل ہونے کی وجہ سے اِثْنَتَا عَشْرَةَ حالت رفع میں ہے اور عَيْنًا اس کا معدود یعنی تمیز ہے۔ (آیت۔161) زَادَ۔ يَزِيْدُ کی عموماً ایک تمیز آتی ہے۔ یہاں سَنَزِيْدُ کی تمیز محذوف ہے اور اَلْمُحْسِنِيْنَ اس کا مفعول ہے۔

923

ترجمہ

قُلۡ	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ	اِنِّىۡ	رَسُوۡلُ اللّٰهِ	اِلَيۡكُمۡ	جَمِيۡعَا	اۨلَّذِىۡ لَهٗ	مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ۚ
آپؐ کہیے	اے لوگو	بیشک میں	اللہ کا رسول ہوں	تم لوگوں کی طرف	سب کی طرف	اس (اللہ) کا جس کی	زمین اور آسمانوں کی حکومت ہے

لَاۤ اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	يُحۡىٖ	وَيُمِيۡتُ‌ ۖ	فَاٰمِنُوۡا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوۡلِهِ
کوئی الہٰ نہیں ہے	مگر	وہی	وہ زندگی دیتا ہے	اور وہ (ہی) موت دیتا ہے	پس تم لوگ ایمان لاؤ	اللہ پر	اور اس کے رسول پر

النَّبِىِّ	الۡاُمِّىِّ	الَّذِىۡ	يُؤۡمِنُ	بِاللّٰهِ	وَكَلِمٰتِهٖ	وَاتَّبِعُوۡهُ	لَعَلَّكُمۡ	تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۸﴾
جو نبی ہیں	امی ہیں	جو	ایمان رکھتے ہیں	اللہ پر	اور اس کے فرمانوں پر	اور تم لوگ پیروی کرو انؐ کی	شائد کہ تم لوگ	ہدایت پاؤ

وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰٓى	اُمَّةٌ	يَّهۡدُوۡنَ	بِالۡحَـقِّ	وَبِهٖ	يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾	وَقَطَّعۡنٰهُمُ
اور موسیٰؑ کی قوم میں سے	ایک ایسا گروہ ہے	جو ہدایت دیتا ہے	حق کے ساتھ	اور اس کے ساتھ	عدل کرتا ہے	اور ہم نے تقسیم کیا ان کو

اثۡنَتَىۡ عَشۡرَةَ	اَسۡبَاطًا	اُمَمًا‌ ؕ	وَاَوۡحَيۡنَاۤ	اِلٰى مُوۡسٰٓى	اِذِ	اسۡتَسۡقٰٮهُ	قَوۡمُهٗۤ
بارہ (قبیلوں) میں	نسلیں ہوتے ہوئے	گروہ در گروہ ہوتے ہوئے	اور ہم نے وحی کیا	موسیٰؑ کی طرف	جب	پانی مانگا انؑ سے	انؑ کی قوم نے

اَنِ	اضۡرِبْ	بِّعَصَاكَ	الۡحَجَرَ‌ ۚ	فَانۡۢبَجَسَتۡ	مِنۡهُ	اثۡنَتَا عَشۡرَةَ	عَيۡنًا‌ ؕ	قَدۡ عَلِمَ	كُلُّ اُنَاسٍ
کہ	آپؑ ماریے	اپنی لاٹھی سے	اس پتھر کو	تو پھوٹ بہے	اس سے	بارہ	چشمے	جان لیا	سب لوگ نے

مَّشۡرَبَهُمۡ‌ ؕ	وَظَلَّلۡنَا	عَلَيۡهِمُ	الۡغَمَامَ	وَاَنۡزَلۡنَا	عَلَيۡهِمُ	الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى‌ ؕ	كُلُوۡا	مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا
اپنی پینے کی جگہ کو	اور ہم نے سایہ کیا	ان پر	بادل کا	اور ہم نے اتارا	ان پر	من وسلوٰی	کھاؤ	اسکی پاکیزہ (چیزوں) میں سے

رَزَقۡنٰكُمۡ‌ ؕ	وَمَا ظَلَمُوۡنَا	وَلٰـكِنۡ	كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾	وَاِذۡ	قِيۡلَ	لَهُمُ
ہم نے عطا کیا تم کو	اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا	اور لیکن (یعنی بلکہ)	وہ لوگ ظلم کرتے تھے اپنے آپ پر	اور جب	کہا گیا	ان سے

اسۡكُنُوۡا	هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ	وَكُلُوۡا	مِنۡهَا	حَيۡثُ	شِئۡتُمۡ	وَقُوۡلُوۡا	حِطَّةٌ	وَّادۡخُلُوا	الۡبَابَ
تم لوگ سکونت اختیار کرو	اس بستی میں	اور کھاؤ	اس میں	جہاں سے	تم لوگ چاہو	اور کہو	معافی ہو	اور داخل ہو	دروازے میں

سُجَّدًا	نَّغۡفِرۡ	لَـكُمۡ	خَطِيۡٓـٰٔتِكُمۡ‌ ؕ	سَنَزِيۡدُ	الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۶۱﴾
سجدہ کرنے والوں کی حالت میں	تو ہم بخش دیں گے	تمہارے لیے	تمہاری خطاؤں کو	ہم زیادہ کریں گے (بلحاظ درجہ)	بھلائی کرنے والوں کو

فَبَدَّلَ	الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوۡا	مِنۡهُمۡ	قَوۡلًا	غَيۡرَ الَّذِىۡ	قِيۡلَ	لَهُمۡ	فَاَرۡسَلۡنَا	عَلَيۡهِمۡ
تو بدل دیا	ان لوگوں نے جنہوں نے	ظلم کیا	ان میں سے	بات کو	اس کے علاوہ جو	کہا گیا	ان سے	پھر ہم نے بھیجا	ان پر

رِجۡزًا	مِّنَ السَّمَآءِ	بِمَا	كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ ع
ایک عذاب	آسمان سے	بسبب اس کے جو	وہ ظلم کرتے تھے

نوٹ: 1

آیت۔158 اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی اور آپؐ قیامت تک ساری دنیا کے پیغمبر ہیں۔ 923 غزوۂ تبوک میں آپؐ تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو کچھ صحابہ کرامؓ آپؐ کی حفاظت کرنے لگے۔ نماز کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں خصوصیت کے ساتھ مجھے دی گئی ہیں۔ مجھ سے پہلے یہ پانچ آیتیں کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ (۱) میں دنیا جہان کے لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں۔ اس سے پہلے کوئی رسول صرا اپنی قوم کی طرف ہی رسول ہو کر آتا رہا ہے۔ (۲) مجھے صرف رعب سے ہی دشمن پر نصرت حاصل ہو جاتی ہے۔ (۳) مال غنیمت میرے اور میری امت کے لیے حلال کر دیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے مال غنیمت کھانا گناہ کبیرہ تھا۔ (۴) ساری زمین میرے لیے پاک ہے اور مسجد ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت آیا اسی مٹی سے مسح یعنی تیمم کیا اور اسی مٹی پر نماز پڑھ لی۔ مجھ سے پہلے لوگ صرف اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرتے تھے۔ (۵) مجھ سے کہا گیا کہ ایک درخواست کی اجازت ہے، مانگ لو۔ میں نے اپنا سوال یوم قیامت پر اٹھا رکھا ہے۔ وہ تمہارے لیے ہے اور قائلِ توحید کے لیے ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی یہودی یا نصرانی نے میری امت سے میرے آنے کی خبر سن لی مگر مجھ پر ایمان نہیں لایا تو وہ جنت میں نہیں جاسکتا۔ (ابن کثیر)۔

آیت نمبر (163 تا 166)

ح و ت

(ن) — **حَوْتًا**: چکر کاٹنا۔ منڈلانا۔

حُوْتٌ: ج: حِیْتَانٌ۔ مچھلی (زیادہ تر بڑی مچھلی کے لیے آتا ہے) ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ﴾ (37/ الصافات: 142) ''پھر نگل لیا ان کو مچھلی نے۔'' زیر مطالعہ آیت۔163۔

ع ذ ر

(ض۔ن) — **مَعْذِرَةً**: (۱) کسی کو الزام سے بری کرنا۔ عذر قبول کرنا۔ (عَلٰی کے صلہ کے ساتھ) (۲) خود کو الزام سے بَری کرنا۔ عذر پیش کرنا۔ (اِلٰی کے صلہ کے ساتھ) زیر مطالعہ آیت۔164۔

عُذْرٌ: اسم ذات ہے۔ وہ حجت یا دلیل جس سے الزام کا انکار ہو۔ مجبوری۔ عذر۔ ﴿قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝٧٦﴾ (18/ الکہف: 76) ''آپ پہنچ چکے میرے پاس سے عذر کو۔''

مِعْذَارٌ: ج: مَعَاذِیْرُ۔ مِفْعَالٌ کے وزن پر اسم الآلہ ہے۔ الزام سے بری ہونے کا اوزار۔ عذر، بہانہ۔ ﴿وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝١٥﴾ (75/ القیامۃ: 15) ''اور خواہ وہ ڈالے یعنی پیش کرے اپنے بہانے۔''

(تفعیل) — **تَعْذِیْرًا**: مجبوری بیان کرنے یا بہانے بنانے میں مبالغہ کرنا۔

مُعَذِّرٌ: اسم الفاعل ہے۔ مجبوریاں بیان کرنے والا۔ بہانے بنانے والا۔ ﴿وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ﴾ (9/ التوبۃ: 90) ''اور آئے بہانے بنانے والے دیہاتوں سے۔''

(افتعال) — **اِعْتِذَارًا**: اہتمام سے عذر پیش کرنا۔ ﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ﴾ (9/ التوبۃ: 94) ''وہ لوگ عذر پیش کریں گے تمہاری طرف جب تم لوگ واپس ہو گے ان کی طرف۔''

ترکیب

(آیت۔163) **کَانَتْ** کی خبر ہونے کی وجہ سے **حَاضِرَةَ** حالت نصب میں ہے اور **اَلْبَحْرِ** کا مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین ختم ہوئی

ہے، (آیت۔164) مَعۡذِرَۃً کو فعلِ محذوف کا مفعول مطلق بھی مانا جا سکتا ہے اور مفعول لَہٗ بھی۔ ہم مفعول لَہٗ کے لحاظ سے ترجمہ کریں گے۔
923

ترجمہ

وَسۡـَٔلۡهُمۡ	عَنِ الۡقَرۡيَةِ	الَّتِیۡ	كَانَتۡ	حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ	اِذۡ	يَعۡدُوۡنَ	فِی السَّبۡتِ
اور آپؐ پوچھئے ان سے	اس بستی کے بارے میں	جو	تھی	سمندر کی بستی	جب	وہ لوگ حد سے بڑھے	ہفتہ (کے حکم) میں

اِذۡ	تَاۡتِيۡهِمۡ	حِيۡتَانُهُمۡ	يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ	شُرَّعًا	وَّيَوۡمَ	لَا يَسۡبِتُوۡنَ ۙ	لَا تَاۡتِيۡهِمۡ ۛۚ
جب	پہنچتی تھیں ان کے پاس	ان کی مچھلیاں	ان کے ہفتہ کے دن	تیرتی ہوئی	اور جس دن	ہفتہ کا دن نہ ہوتا	وہ نہیں آتی تھیں ان کے پاس

كَذٰلِكَ ۛۚ	نَبۡلُوۡهُمۡ	بِمَا	كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾	وَاِذۡ	قَالَتۡ	اُمَّةٌ	مِّنۡهُمۡ	لِمَ
اس طرح	ہم نے آزمایا ان کو	بسبب اس کے جو	وہ لوگ نافرمانی کرتے تھے	اور جب	کہا	ایک گروہ نے	ان میں سے	کیوں

تَعِظُوۡنَ	قَوۡمَا ۙ	ِۨاللّٰهُ	مُهۡلِكُهُمۡ	اَوۡ	مُعَذِّبُهُمۡ	عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ	قَالُوۡا
تم لوگ وعظ کرتے ہو	ایک ایسی قوم کو،	اللہ	ہلاک کرنے والا ہے جن کو	یا	عذاب دینے والا ہے ان کو	ایک شدید عذاب	انہوں نے کہا

مَعۡذِرَةً	اِلٰى رَبِّكُمۡ	وَلَعَلَّهُمۡ	يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾	فَلَمَّا	نَسُوۡا	مَا	ذُكِّرُوۡا	بِهٖۤ
عذر پیش کرنے کے لیے	تمہارے رب کی طرف	اور شاید وہ لوگ	تقویٰ اختیار کریں	پھر جب	وہ لوگ بھولے	اس کو	انہیں یاد دلایا گیا	جس سے

اَنۡجَيۡنَا	الَّذِيۡنَ	يَنۡهَوۡنَ	عَنِ السُّوۡٓءِ وَ	اَخَذۡنَا	الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوۡا	بِعَذَابٍۢ بَـئِيۡسٍۢ
تو ہم نے نجات دی	ان کو جو	منع کرتے تھے	برائی سے	اور ہم نے پکڑا	ان کو جنہوں نے	ظلم کیا	ایک سخت عذاب سے

بِمَا	كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾	فَلَمَّا	عَتَوۡا	عَنۡ مَّا	نُهُوۡا	عَنۡهُ
بسبب اس کے جو	وہ لوگ نافرمانی کرتے تھے	پھر جب	انہوں نے سرکشی کی	اس سے	انہیں منع کیا گیا	جس سے

قُلۡنَا	لَهُمۡ	كُوۡنُوۡا	قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ﴿۱۶۶﴾
تو ہم نے کہا	ان سے	تم لوگ ہو جاؤ	دھتکارے جانے والے بندر

نوٹ:1

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس بستی میں علانیہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہو رہی ہو وہ ساری بستی قابلِ مواخذہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کا کوئی باشندہ محض اس بنا پر بری نہیں ہو سکتا کہ اس نے خود خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ اسے اللہ کے سامنے اس کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اصلاح کی کوشش کرتا رہا تھا۔ قرآن و حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ "ڈرو اس فتنہ سے جس کے وبال میں خصوصیت کے ساتھ صرف وہی لوگ گرفتار نہیں ہوں گے جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا ہو" (8/الانفال:25)۔ اس کی تشریح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے جرائم پر عام لوگوں کو سزا نہیں دیتا۔ جب تک عام لوگوں کی حالت یہ نہ ہو جائے کہ وہ بُرے کام ہوتے دیکھیں اور وہ ان کاموں کے خلاف اظہار ناراضی کرنے پر قادر ہوں اور پھر بھی اظہار ناراضی نہ کریں۔ پس جب لوگوں کا یہ حال ہو جاتا ہے تو اللہ خاص و عام سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)